Fikr-o-Nasar (Islamabad) 21:12 (1984)

قرآن اور امن و سلامتی

عبدالرحیم أشرف بلوچ

زیر نظر مقـــاله میں یه جائزه پیش کرنے کی کوشش کی جـــائے گی که امن و سلامتی کسے کہتے ہیں ، اسکی کیا اہمیت ہے اور امن و سلامتی کی فضاء قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کیلئے کون سے اقدامات ضـــروری ہیں ۔ اور یه کـــه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے ان پر عمل کر کے ہمارے لیئے کیا اسوۂ حسنه چھوڑا ہے ۔ ؟

امن و ســـلامتی کی فضاء قائم کرنے کی ضرورت و اہمیت اگرچه بالکل واضح ہے اور اس کیلئے دلائل و براہین پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ، اس لیئے که اس کرہ ارض پر ایسا کون شخص ہو گا جو اپنے مال و متاع ، اپنی جـــان اور گھر بار کی خیریت و عافیت کا طالب نه ہو ، یا جسکی یه خواہش ہو که فتنه و فساد اور تباہی و بربادی کی آگ خـــود اسے یا اسکی کسی چیز کو چاہے وہ کتنی ہی معمـــولی کیوں نه ہو ، جلا کر بھسم کر دے ۔ شاید کوئی فاتر العقل انسان ہی ایسی سوچ رکھـ سکتا ہے ۔ لیکن چونکه ہم اس وقت لوگـــوں کا نقطئه نظر نہیں بلکـــه قرآن کا نقطـــه نظر پیش کر رہے ہیں لھذا ہم اس موضوع کا جائزہ بھی قرآن کی روشنی میں پیش کریں گے :

قرآن کہتا ہے که جب اللہ تعالی نے فرشتوں کے ســـامنے زمین پر اپنا خلیفه مقرر کرنے کا اعلان کیا که :

انی جاعل فی الارض خلیفـــة (بقرة : ۳۰)

میں زمین پر اپنا ایک خلیفـه مقرر کرنے والا ہوں"تو فرشتوں نے اس پر جو اعتراض اٹھایا وہ یه تھا که :

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء (بقرة :۳۰)

کیا تو زمین میں اس کــو مقرر کرتـا ھے جو اس میں فساد کرے گا اور خــون بہائے گا

اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا :

انی اعلم مالا تعلمون (بقرۃ : ۳۰)

میں جانتا ھوں جو تم نہیں جانتے ۔

فرشتوں کے اس ســـوال اور اللہ تعالی کے جواب سے پتہ چــلتا ھے کہ انسان کی فطرت اور اسکی سرشت‌میں سرکشی و بغاوت پر آمادگی اور فتنہ و فساد کی طرف میلان موجود ھے ۔ ورنہ نہ تو فرشتے اعتراض کرتے اور نہ ھی اللہ تعالی اصل ســـوال کو نظر انداز کر کے صرف اپنے عــلم کے بارے میں تنبیــہ فرمانے پر اکتفا کرتے ۔ اس کے عــلاوہ قرآن مـــیں متعـــدد ایسی آیات موجــود ھیں جن سے پتہ چلتا ھے کہ انسانی فطرت میں خیروشر اور نیکی و بدی دونوں پہلو بہ پہـــلو ھیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ھوتا ھے :

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ، ثم رددناہ اسفل سافلین

(التین : ۴ ـ ۵)

بیشک ھم نے انسان کو اچھے سانچے میں ڈھال کر بنایا ھے اور پھر اسے انتہائی پستیوں میں پھینک دیا ۔

اسی طرح ارشاد باری تعالی ھے :

ونفس و ما سوّٰھـــا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ، قدافلح من زکّٰھـــا وقد خاب من دسّٰھا (الشمس : ۷ ـ ۱۰)

قسم ھے نفس کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا ، پھر سمجھـ دی اسکو ڈھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی ۔ پس مراد کو پہنچا جس نے اسکو سنوار لیا اور نامراد ھوا جس نے اسکو خاک میں ملا چھوڑا ۔

اور یہی مفہوم ھے قرآن کریم کی اس آیت کا کہ ھم نے انسان کو ھدایت و گمـــراھی کے دونوں راستے دکھا دیئے ھیں ، ارشاد فرمایا :

وھدیناہ النجدین (البلد : ۱۰)

اور دکھلا دیں ھـم نے اســـکو دو گھاٹیاں ۔

معلوم ہوا کہ انسانی فطرت میں برائی اور شر بھی اسی طرح موجود ہے جیسا کہ اس میں خیرو بھلائی ، کیونکہ اسی طرح ہی اسکی آزمائش ممکن تھی۔ خیر اور شر کی یہ جنگ انسان میں اسکی موت تک جاری رہتی ہے۔ اسکا نفس امارہ اسے برائی کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے (۱) جسکی وجہ سے انسان نفس کی اطاعت میں اکثر اوقات راہ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے اور خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر برائی کی راہ اپنا لیتا ہے اور اس طرح اللہ تعالی کی یہ زمین فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن کر رہ جاتی ہے جسکی وجہ سے انسانی معاشرہ تباہی و بربادی کے خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے۔

چونکہ امن و سلامتی کی فضاء انسانیت کی بقاء کیلئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح اس کائنات کی دیگر اشیاء کو پھلنے پھولنے کیلئے سازگار ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ لهذا امن و سلامتی کا قیام انسان کا ایک بنیادی فریضہ ہے۔ اور یہ خود اس کے اپنے مفاد میں ہے کہ وہ فتنہ و فساد کا خاتمہ کر کے امن و امان قائم کرے اور پھر اسے استحکام دینے کی خاطر تمام ممکنہ اقدامات کرے۔

امن و امان قائم رکھنے کیلئے دراصل دو محاذوں پر کام کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ایک محاذ اندرونی ہوتا ہے اور دوسرا محاذ بیرونی کہلاتا ہے۔ جب تک ان دونوں محاذوں پر یکساں توجہ دے کر امن قائم نہ ہو گا سلامتی اور تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اور پھر چونکہ اندرونی محاذ ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور افراد معاشرہ کیلئے برائی اور شر سے ہمہ وقت کی جنگ انتہائی ضروری ہوتی ہے لهذا سب سے پہلے ہم ان اقدامات کا ذکر کریں گے جو اس محاذ پر بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کے بعد ہم بیرونی محاذ پر قیام امن کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں گے۔

اندرونی محاذ سے ہماری مراد خاندان ، قبیلہ ، جماعت یا مملکت کے دائرہ اقتدار و اختیار میں آنے والے افراد اور وہ علاقائی حدود ہیں جن کے اندر ان افراد سے مل کر کوئی معاشرہ تشکیل پاتا ہے ، اور جسے منظم رکھنے اور صحیح

خطوط پر چلانے کیلئے اخـلاقی ضوابط اور سماجی حدود و قیـود کی ضرورت پڑتی ہے ۔ لہـذا معاشـرہ کو صحیح راہ پر گامزن رکھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اسے فتنہ و فسـاد سے پاک رکھا جائے ، عدل و انصاف کا دور دورہ ہو ، کمزوروں کو مکمل تحفظ حاصل ہو ، جرائم کی بیخ کنی کی جائے اور اتحاد و یگانگت کی خاطر باھمی اختلافات و تنازعات بڑھنے نہ دیئے جائیں ۔

قیام امن کے بنیادی مقاصد ، اور اقدامات :

قیام امن کے بنیادی مقاصد میں سے عظیم تر اور اھـم ترین مقصد یہ ہے کہ انسانیت کی سلامتی کو یقینی بنایـا جائے ۔ اور اس کیلئے ضـروری ہے کہ معاشرہ سے فتنہ و فساد کا مکمل خاتمہ کـر دیا جائے ۔ اگرچـہ یوں تو ہر شخص فتنہ و فساد کو برا سمجھتا اور اسے ناپسند کرتا ہے مـگر اس کے باوجود بہت سے لوگ اس پر ہر وقـت آمـادہ رہتے ھیں ۔ قـرآن حـکیم نے ایسے لوگوں کی پرزور مذمت کے ساتھ ساتھ (۲) فتنـہ و فسـاد کی برائی کو بھی کھل کر واضح کیا ہے اور سختی کے ساتھ اس سے مـنع فـرمـایا ہے ۔ ارشـاد ھوتا ہے :

„ ولاتفسدوا فی الارض بعـد اصلاحها ذلکم خیرلکم (اعراف : ۸۵)

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اسکی اصلاح کے بعد ، یہ بہتر ہے تمھارے لئیے

یعنی جس زمین کو اللہ تعالی نے تمھارے لیئے پیدا کیا اور اسے تمھاری تمام ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بنا دیا ہے ، اس میں فتنہ و فساد برپا کر کے اپنے اوپر خـدا کی رحمتوں کے دروازے بنـد نہ کـرو ، ورنہ تم سے بڑا ناشـکرا کوئی نہیں ہو گا ۔ کیونکہ فتنہ و فساد کا مطلب تو یہ ہے کہ زمین کی نعمتوں سے استفادہ کی راھیں مسدود کر دی جائیں اور کھیتیاں اور مختلف اقسام کے چرند و پرند کی نسلوں کے پھلنے پھـولنے کیلئے زمین کی فضاء ناسازگار بنادی جائے ۔ اسی لیئے تو فتنہ کو قتل سے بھی بڑا جرم قرار دیا گیا ہے (۳) ۔

کسی ایک شخص یا جـانور کو قتل کرنے کا مـطلب تو یہ ہے کہ خـود اس ایک چیز کو زندگی سے محـروم کر دینا ، لیکن فتنہ و فساد سے تو پوری زمین تباھی و بربادی کے خطرے سے دوچار ہو جاتی ہے ، کھیتیاں برباد ہو جـاتی ھیں ، جانوروں کی مفید نسلیں مٹ جاتی ھیں اور خود انسانوں پر نعمتوں کے

دروازے بند ہو جاتے ہیں اور وہ بھوک، افلاس اور قحط سالیوں سے دوچار ہو جاتے ہیں ۔ لہذا حق کے پیروکاروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی سرکوبی کریں اور فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں ۔ ورنہ اگر حق اور حق پرست باطل سے دبنے لگیں یا باطل پرستوں کی پیروی کرنے لگیں تو زمین و آسمان آماجگاہ فتنہ و فساد بن جائیں گے (۴) ۔ اور زمین و آسمان میں فساد کا مطلب انسانیت کی ہلاکت و بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کے پیروکاروں اور اهل هوا کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :

عن النعمان بن بشير عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : مثل القائم على حدود الله عزوجل والواقع فيها كمثل قوم استهموا على سفينة فأصاب بعضهم اعلاها وبعضهم اسفلها ۔ فكان الذى فى اسفلها اذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم ، قالوا لوانا خرقنا فى نصيبنا خرقاً ولم نؤذ من فوقنا ۔ فان يتركوهم وما ارادوا هلكوا جميعاً وان اخذوا على ايديهم نجوا و نجوا جميعاً ۔ (صحيح البخارى : كتاب الشركة)

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اللہ تعالی کے مقرر کردہ حدود پر قائم رہنے والے کی مثال اور ان حدود کو توڑنے والے کی مثال اس قوم جیسی ہے جو کسی کشتی میں شریک ہوں ۔ بعض کے قبضے میں اس کے اوپر والا حصہ آیا اور بعض کے قبضے میں نیچے والا حصہ ۔ نیچے والوں کو جب پانی کی ضرورت پڑتی تو انہیں اوپر والوں کے درمیان میں سے گذرنا پڑتا تھا لهذا انہوں نے سوچا کہ اگر وہ کشتی کے اپنے حصے میں سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں تو بہتر ہے ۔ اب اگر اوپر والوں نے انہیں ان کے ارادے سے باز نہ رکھا تو سب هلاک ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے انہیں روک دیا تو یہ خود بھی بچ جائیں گے اور وہ بھی " ۔

عدل و انصاف کا قیام :

امن و سلامتی کی فضا قائم رکھنے کیلئے دوسرا اہم اقدام عدل و انصاف کا قیام ہے ۔ اس مقصد کیلئے ایک طرف تو یہ کوشش ہونی چاہئیے کہ معاشرے کا

هر فرد اپنے طــور پر عـــادل ہو ، انصاف کی راہ پر چلنے والا ہو اور ظلم و تعدی سے اسے نفرت ہو ۔ اس مقصد کیلئے ہر فرد معاشرہ کی تربیت اس انداز میں ہونی چاہئیے کہ وہ ذاتی ، خاندانی ، قبائلی اور عـــلاقـائی مفادات کو مدنظر رکھنے کی بجائے حـــق کو ملحوظ خاطر رکھے اور خود کو راہ اعتدال سے ہٹنے نہ دے ۔

دوسری طرف جن پر عـــدل و انصاف قائم کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے انہیں چاہئیے کہ اس سے ذرا سی بھی کوتاہی نہ برتیں اور پوری طرح خیال رکھیں کہ کسی سے ناانصافی اور زیادتی نہ ہونے پائے ۔ اول تو انتظام ایســا ہونا چاہئیے کہ کسی کو ظلم و زیادتی کی جرأت ہی نہ ہو لیکن اگر کسی نہ کسی طرح کوئی شخص ظلم و زیادتی کا شکار ہو بھی جاتا ہے تو اس کے ازالے اور تلافی کا فوری بندوبست ہونا چاہئیے ۔ کیونکہ جس معاشرہ میں ظلم و جور کو برداشت کیا جائے گا اور اس کے سد باب کا کوئی مؤثر انتظام نہ ہو گا وہ لازمی طــور پر بےچینی کا شکار ہو جائے گا جس سے باہمی عداوتیں اور نفرتیں بڑھنے لگیں گی اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا جو اس معاشرہ کو کھوکھلا کر کے اسے تباہی کے غار کی طرف دھکیل دے گا ۔

عـــدل و انصاف کے سلسلہ میں وارد قرآنی ارشـــادات واحکام سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن نے انسانوں کو ایک ایسا ٹھوس اور مستحکم لائحــہ عمـــل فراہم کیا ہے جس میں ذاتی اغراض و مفادات سے بالاتر ہو کر جادۂ انصاف پر گام زن ہونا ہی ایک مسلمان کا شیوہ ہو سکتا ہے (۵) ۔ اور جانبداری سے مکمل طور پر منع فرمایا گیا ہے :

واذا قلتم فاعدلوا ولوكان ذا قربى (انعام : ۱۵۲)

اور جب تم کچھ کہنے لگو تو انصاف سے کام لو چاہے وہ تمھارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو ۔

کمزور طبقوں کے لئیے ضروری تحفظات :

قیام امـــن کا تیسرا اهـــم اور بنیادی طریقہ کمزوروں اور زیردســـتوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ میں پنہاں ہے ۔ حـــق کے پیروکاروں کیلئے ضروری ہے کہ وہ معاشرہ کے کمزور اور زیردست افـــراد کی جـــان و مال اور عـــزت و آبرو

کی حفاظت کا مؤثر بندوبست کریں اور کسی فرد یا طبقہ کو ان کے استحصال کی اجازت نہ دیں ۔ کمزوروں اور زیردستوں کے حقوق کی حفاظت یا ان کے حصول کیلئے تو قرآن مجید قتل وقتال تک کی اجازت دیتا ہے (٦) ۔ اس لئیے کہ معاشرہ کو ظلم و جور سے پاک کر کے امن و سلامتی کی راہ پر گام زن کرنے کیلئے کمزوروں کی حفاظت اور ان کی مدد ، ان کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی حفاظت کیلئے ظالم طاقتوں سے جنگ اور قتال و جہاد بعض اوقات نہایت ضروری ہو جاتی ہے ۔

اتحاد و یک جہتی :

قیام امن اور اس کے استحکام کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ پوری قوم متحد ہو اور ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی بنیادی اختلاف نہ ہو ۔ کیونکہ باہمی اختلاف و انتشار ایک پرامن معاشرہ کیلئے سم قاتل سے کم کا درجہ نہیں رکھتے ۔ اس سے نہ صرف یہ کہ اندرونی سطح پر بےچینی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ باہر کے دشمنوں کو بھی دخل اندازی کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوری قوم کو ابتلاؤ آزمائش سے دوچار کر دیتے ہیں ۔ (٧) اور اگر اختلافات پیدا ہو بھی جائیں تو ضروری ہے کہ ان کو ختم کرنے کیلئے فوری کاروائی ہونی چاہئیے ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے :

انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم (حجرات : ١٠)

مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ پس ان کے مابین صلح کرا دیا کرو ۔

اسی طرح اگر اختلافات اس قدر شدید ہو جائیں کہ قوم کئی حصوں میں بٹ کر رہ جائے اور اس کے مختلف گروہ ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو جائیں تو ضروری ہے کہ ان کے درمیان بھی صلح وصفائی کرا دی جائے اور اگر صلح و صفائی کے بعد بھی کوئی گروہ آمادہ قتال ہو تو پھر پوری قوم پر فرض ہو جاتا ہے کہ اس گروہ سے اس وقت تک قتال کرے جب تک کہ وہ خدا کے حکم کے آگے سرنگوں ہو کر سرکشی و بغاوت سے باز نہیں آ جاتا ۔ (٨) ۔

سماجی جرائم کا انسداد :

ان کے علاوہ معاشرے کی بنیادوں کو دیمک کی طرح چاٹ کر جو چیز کھوکھلا کر دیتی ہے وہ اخلاقی و سماجی جرائم ہیں ۔ اور اگر ان کے انسداد کا معقول اور مناسب طریقہ کار موجود نہ ہو یا طریقہ کار تو موجود ہو مگر اس پر سختی سے عمل نہ ہو رہا ہو تو اندرونی استحکام کسی طور قائم نہیں رہ سکتا ۔ لهذا قرآن حکیم نے معاشرتی جرائم کی بیخ کنی کیلئے نہایت ہی موزوں اور مناسب سزائیں مقرر کی ہیں جیسے چوری کیلئے ہاتھ کاٹنے کی سزا (۹) ڈاکہ زنی اور تخریب کاری کیلئے جرم کی نوعیت سے ہاتھ پاؤں کاٹنے یا سولی پر لٹکانے یا قیدوبند کی سزائیں مقرر کی گئی ہیں (۱۰) اس طرح قتل اور خونریزی کیلئے قصاص و دیت (۱۱) زنا اور فحاش جیسے جرائم کیلئے رجم یا کوڑوں کی سزا (۱۲) اور کسی کو بےآبرو کرنے کیلئے اس پر سنگین الزام (قذف) لگانے پر کوڑوں کی سزا (۱۳) مقرر کی گئی ہے ۔ اسی طرح کم تولنے (۱۴) ذخیرہ اندوزی ، ملاوٹ اور رشوت کے کاروبار(۱۵) کے سلسلہ میں بھی نہایت ٹھوس اور واضح ہدایات موجود ہیں ۔

امن و سلامتی کی بقا کے لئیے ضروری اقدامات :

اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کسی معاشرے کے اندرونی امن و استحکام کے سلسلہ میں تھا ۔ اب ہم ان اقدامات کا ذکر کریں گے جو کسی معاشرے کو صحیح خطوط پر چلانے کے سلسلہ میں بیرونی خطرات و رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے ضروری ہیں ۔ بیرونی محاذ کے ضمن میں کسی خاندان ، قبیلہ ، جماعت یا ملکی حدود سے باہر کے مسائل و معاملات آتے ہیں ۔ ان مسائل و معاملات میں بنیادی اہمیت حالات جنگ یا امن کو حاصل ہے ۔

ہمارا دعوی ہے کہ اسلام سلامتی کا دین ہے اور اس کے داعی اور لانے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیغام بر امن و سلامتی تھے ۔ خود لفظ اسلام میں سلامتی اور تحفظ کے مفاہیم بلیغہ پوشیدہ ہیں ۔ ہمارے اس دعوی کیلئے دلیل اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی کتاب قرآن حکیم کی وہ ہدایات و احکام ہیں جو انسانیت کی

بقـــاء اور ســـلامتی کیلئے بنائے گئے ھیں ۔ یوں تو قرآن کریم پورا کا پورا مـــکمل طـــور پر دستور سلامتی و امن ھے ۔ اور اس کے جملہ آیات و ارشادات انســـان کی فوز و فلاح کیلئے ھیں ۔ چاھے یہ کامیابی دنیاوی ھو یا اخروی ، لیکن ھم یہاں خاص طور پر ان آیات و ھدایات کا جائزہ لیں گے جنکا تعلق براہ راست جنگ یا امن سے ھے ۔ اس سلسلہ میں اگر ھم مجموعی طور پر قرآنی آیات کو دیکھیں تو پتہ چلتا ھے کہ قرآن فتنہ و فســـاد ، تخریب کاری ، جنگ و جدال اور قتل و غـــارت گـــری کـــو انتہائی ناپسندیدہ قرار دیتا ھے اور جنگ و جدال کی صرف ضرورت کے تحت اجازت دیتا ھے اور وہ بھی کچھ حدود و قیود کے ساتھ۔

اسی وجہ سے قرآن حکیم نے اس کیلئے ایک الگ اصطلاح قائم کی ھے جو کہ لفظ جہاد ھے ۔

جہاد :

قرآن حکیم بلاوجہ کسی کی جان لینے کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ٹھہراتا ھے (۱٦) ۔ اس لیئے کہ اسلام کے نزدیک کسی کو جان سے مار دینا نسل انسانی کی تباھی کا راستہ کھول دینے کے مترادف ھے اور کسی ایک جان کو بچا لینا پوری انسانیت کیلئے سلامتی اور اسکی بقاء کو یقینی بناتا ھے ۔ البتہ جہاں کسی کی جان لینا ناگزیر ھو جائے کہ کوئی شخص خود انسانیت کی بقـــاء کیلئے خطرہ بن چکا ھو تو پھر ایسے شخص کو زندہ رکھنا سلامتی کے اصول کے خلاف ھو جاتا ھے لھذا اسے زندگی سے محروم کرنے کی اجازت ھے (۱۷) ۔ اس لیئے کـــہ قـــرآن جہاں نشتر زنی کو فساد کی جڑیں کاٹنے کیلئے ضروری سمجھتا ھے وھاں وہ اسے لازمی قرار دیتا ھے (۱۸) ۔

قرآن کی اسی روح کو سامنے رکھتے ھوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قتال و جدال کی آرزو تک سے منع فرمایا ھے اور صرف ناگزیر حالات میں اسکی اجازت دی ھے :

لاتتمنوا لقاء العدو ، واسئلوا اللہ العافیة ، واذالقیتموھم فاصبروا ، (صحیح بخاری ۔ کتاب الجهاد)

دشمن سے مقابلہ کرنے کی تمنا نہ کیا کرو اور اللہ تعالی سے خیریت کے طالب رھو اور جب دشمن سے مقـــابلہ ھو ھی جائے تو پھر ڈٹ کر مقابلہ کرو ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ جنـــگ کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے البتہ جب جنگ مسلط کر دی جاتی یا اسے ناگزیر سمجھتے تو پھر اس سلسلہ میں نہ تو خود کوئی کوتاہی برتتے اور نہ ہی اپنے کسـی سـاتھی کی طرف سے لاپروائی کو برداشت کرتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ابتدائی زندگی میں باوجود یکہ شـدید مشکلات و مصائب سے دوچار ہونا پڑا مگر آپ قتال و جدال سے اس وقت تک گریز کرتے رہے جب تک کہ آپ کو اللہ تعالی کی طرف سے اجازت نہ ملی (١٩) ۔ کیونکہ حق کے پاس قوت و طاقت ہونے کے باوجود اس کا اور اس کے پیروکاروں کا ظلم و تعدی کو برداشت کرنا اور اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ کرنا انسانیت کی دشمن طاقتوں کو کھلی چھٹی دیدینے کے مترادف ہے کہ وہ امن و سلامتی کے مقدس مقامات تک کو تہس نہس کر کے رکھدیں جسکی ظاہر ہے کس طرح اجازت نہیں دی جا سکتی (٢٠) ۔

طاقت کا حصـــول :

دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے اور استحکام امن کیلئے ضروری ہے کہ عـــلم برداران امن خود کو ہر وقت جنگ کیلئے تیار رکھیں اور جہاد مسلسل کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں ۔ اس لیئے کہ امن و سلامتی کے استحکام کیلئے طاقت کے توازن کو اپنے حق میں رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے جو بغیر جنـــگی تیاریوں اور حرب و ضرب کی صلاحیتوں میں مسلسل اضافے کے ممـــکن نہیں ہوتا ۔ زمین کو آماجگاہ فتنہ و فساد بننے سے روکنے کیلئے طاقت کا استعمال ہی مؤثر ذریعہ ہے جیسا کہ خود قرآن حکیم کا ارشاد ہے :

ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض (سورة بقرة : ٢٥١)

اور اگر نہ ہوتا لوگوں کے بعض کو بعض سے ہٹانے کا خدائی انتظام تو زمین پر فساد پھیل جاتا ۔

اس آیت سے واضـح ہـــوتا ہے کـہ وہ بعض لوگ جـــو آمادہ فتنہ و فساد رہتے ہیں انہیں اللہ تعـــالی ان بعض لوگوں کے ذریعے جنکا کام امن کا قیـــام ہے دباتا اور مٹاتا ہے تاکہ شر کی قوتیں خیر پر غالب نہ آ جائیں ۔ اور خیر کی قوتیں شر کو تب ہی دبا سکتی ہیں جب ان کے پاس قوت و طاقت ان کے مقابلے میں زیادہ ہو ۔ اس لئیے ارشاد باری تعالی ہے :

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوکم و آخرین من دونهم لاتعلمونهم الله یعلمهم (سورة انفال : ٦٠) ۔

اور تیاری کرو ان کے مقابلے کیلئے جو کچھ تمهارے بس میں هو (حربی) طاقت میں سے اور گھوڑوں کو پال کـر که اس سے تم الله اور اپنے دشمنوں پر دهاک بٹھا دو اور ان پر جو ان کے سوا هیں جنهیں تم نهیں جانتے ، الله انهیں جانتا هے ۔

اسی طرح قرآن مجید سامان حرب و ضرب کی تیاری کے ساتھ دفاعی تیاریوں اور مختلف قسم کے آلات و لوازمات کو تیار کرنے دفاعی چھتری فـراهم کرنے ۔ مورچے کھودنے ، بکتر بند قسم کے هتهیار بنانے کی اهمیت کو بھی واضح کرتے هوئے فرماتا هے :

والله جعـل لکم مما خلق ظلالاً و جعل لکم من الجبال اکناناً وجعـل لکـم سـرابیل تقیکم الحرو سـرابیل تقیکم بأسـکم (سورة نحل : ۸۱)

اور الله نے اپنی پیدا کی هوئی چیزوں میں سے تمهارے لیئے سایه فراهم کیا هے اور پهاڑوں میں چھپنے کی جگهیں بنا دی هیں اور تمهارے لیئے گرمی اور جنگوں سے بچاؤ کیلئے کرتے بنا دیئے هیں ۔

الله تعالی نے اس آیت میں دفاعی سامان حـرب بنـانے ، پهاڑوں میـں مورچے کھودنے اور حفاظتی لباس وغیره بنانے کو اپنے طرف منسوب کر کے ان کی اهمیت کو اچھی طرح واضح کر دیا هے ۔ اسی طرح قرآن مجید میں الله تعالی حضرت داؤد علیه السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے هوئے کهتے هیں :

وعـلّمنٰه صنعة لبوس لکم لتحصنکم من بأسـکم ، فهل انتم شاکرون (سورة انبیاء : ۸۰)

اور هم نے اسے تمهارے لیئے ایک لباس بنانا سکھلا دیا تاکه وه تمهاری جنگوں میں تمهارے لیئے بچاؤ هو ، تو کیا تم شکر کرتے هو ۔

دفاعی استحکام :

دفاعی طور پر مستحکم هونا نه صرف اس لیئے ضروری هے کـه جنگ کی صـورت میں دشمن کے عزائم کو کم از کم نقصـان اٹھا کر ناکام بنا دیا جائے بلکه دفاعی استحکام خـود جنگ سے بچنے کا بھی بهت اهم ذریعه هے ۔ کیونکه

جنگی طور پر طاقت‌ور قوم سے ٹکرانے اور الجھنے کی حماقت خود کشی کے هی مترادف ہوتی ہے الا یہ کہ کوئی ایسی عظیم مقصد سامنے ہو جس کے حصول کیلئے بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانا اور اس مقصد کے حصول کے لیئے جان تک دیدینا بھی ایک سعادت ہو ۔ بہرحال حربی صلاحیتوں میں اضافے کے بعد وہ مرحلہ آتا ہے جہاں کسی قوم سے لڑائی اور جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے ۔

طریقہ کار کے اعتبار سے جنگوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں جنھیں مختلف نام دیئے جاتے ہیں لیکن جنگیں اپنے مقاصد کے اعتبار سے بھی مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں ۔ بعض جنگیں صرف کشور کشائی کیلئے لڑی جاتی ہیں تو بعض صرف اس لیئے کہ حریف طاقت میں کمزور ہے ۔ اور چونکہ جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات کے سوا کچھ نہیں لھذا ان سے جینے کا حق چھین لینے کیلئے ان پر جنگ مسلط کر دی جاتی ہے ۔ اسی طرح بعض جنگیں دفاعی نوعیت کی ہوتی ہیں جو اپنی بقا اور سلامتی کیلئے لڑی جاتی ہیں ۔ جہاں تک طریقہ کار کے اعتبار سے جنگوں کا تعلق ہے ہم اس سے بحث نہیں کرتے کیوں کہ یہ حالات پر منحصر ہوتا ہے ۔ اور سب سے بڑا جنگی چال دشمن کی بےخبری سے فائدہ اٹھا کر اسے زک پہنچانا ہے ۔ اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے " الحرب خدعة " کا نام دیا ہے کہ جنگ تو ایک طرح کی چال ہے البتہ اپنے مقاصد کے اعتبار سے جنگوں کی مختلف اقسام کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہایت اہم ہے ۔ اس لیئے کہ قرآن حکیم جنگ کو صرف انتہائی ناگزیر حالات میں جائز قرار دیتا ہے اور وہ بھی کشورکشائی یا ناموری کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی دین کی سربلندی اور امن و سلامتی کے قیام کیلئے ۔ اور پھر اس کیلئے بھی کچھ حدود و قیود ہیں جن سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے ۔

قرآن حکیم اپنے پیروکاروں کو لڑنے کی اجازت اس صورت میں دیتا ہے جب حق کے علم بردار یہ محسوس کرنے لگیں کہ ان کی سلامتی اور مفادات خطرے میں ہیں اور آمادہ قتال دشمن کو کسی اور طرح باز رکھنا اب ناممکن ہو گیا ہے :

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا ، ان اللہ لایحب المعتدین (سورۃ بقرۃ : ١٩٠)

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ھیں اور زیادتی مت کرو ، اللہ تعالی زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

اس آیت میں دشمنوں سے قتال کی اجازت تو ھے مگر اس وقت تک جب تک کہ دشمن برسر پیکار رھنا چاھتا ھے ۔ لیکن اگر دشمن شرارت سے دست بردار ھو جائے تو پھر ان پر زیادتی کرنے کی اجازت نہیں بلکہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینے کا حکم ھے ۔ البتہ اگر دشمن مسلسل ریشہ دوانیوں میں مصروف ھوں اور کسی طور اپنی سازشوں سے باز نہ آتے ھوں تو پھر فتنہ و فساد کے خاتمہ تک ان سے قتال کی اجازت قرآن ان الفاظ میں دیتا ھے ؛

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنہ و یکون الدین للہ . . (سورۃ بقرۃ : ١٩٣)

اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رھے فساد اور خدا تعالی ھی کا حکم نافذ ھو جائے . . .

حتی کہ فساد کے استیصال کیلئے اگر کچھ تخریب برائے تعمیر بھی کرنی پڑے تو اس کی بھی اجازت ھے جو قرآن حکیم کی اس آیت سے مترشح ھوتی ھے :

ماقطعتم من لینۃ أو ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ ولیخزی الفاسقین (سورۃ حشر : ٥)

جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا درخت یا اسے کھڑا رھنے دیا اپنی جڑ پر سو اللہ کے حکم سے ۔ اور تاکہ رسوا کرے نافرمانوں کو ۔

اسکی وجہ یہ ھے کہ جس طرح مرض جب حد سے بڑھنے لگے اور مریض کی زندگی خطرے میں پڑ جائے تو بعض اوقات نشتر زنی کرنی پڑتی ھے اسی طرح فتنہ و فساد کا خاتمہ چونکہ مسلمانوں کا ایک مذھبی فریضہ ھے اور اسی فریضہ کو قرآن جہاد کا نام دیتا ھے ، لھذا جہاں ضروری ھو مسلمان شر کی طاقتوں کے خلاف مناسب اقدامات کرنے کے مجاز ھوتے ھیں جیسے دشمن کی اقتصادی تنصیبات کو نقصان پہنچانا تاکہ وہ مجبور ھو کر شرارت سے باز آ جائیں ۔

کفار سے یہ جہاد ہرآن اور ہر میدان میں جاری رہتا ہے ۔ چاہے وہ زمانہ امن ہو یا حالات جنگ ان کے مقابلے میں کمزوری دکھانا اور پیٹھ پھیرنا قرآن کے نزدیک ایک بہت بڑا جرم ہے ۔ قرآن نے میدان کارزار میں بزدلی دکھانے اور پیٹھ پھیرنے کو سنگین جرم قرار دیا ہے (۲۱) ۔

اور چونکہ کفار و منافقین سے یہ جہاد صرف میدان جنگ ہی میں نہیں ہوتا بلکہ ان کے ساتھ جہاد کا محاذ بہت وسیع ہے لہذا ان کے مقابلے میں کسی بھی میدان میں پسپائی اختیار کرنا بزدلی اور پیٹھ پھیرنے کے ضمن میں آئے گا ۔ اس لئیے ضروری ہے کہ مسلمان ہر دوڑ اور مقابلے میں ان سے آگے نکلنے کیلئے مسلسل جہــاد کرتے رہیں ۔ کیونکہ اگر وہ اپنے درخشاں ماضی کے عہد کو لوٹانا چاہتے ہیں تو پھر جہاد کا راستہ اپنانے کے سوا اور کوئی صورت نہیں ۔ اور یہ جہاد ہمہ گیر اور ہمہ پہلو ہو ، اسکی ابتدا سب سے پہلے اپنے گھر سے کرنی چاہئیے ۔ لہذا سب سے پہلے مسلمانوں کو چاہئیے کہ جہالـت ، غربـت اور اقتصادی پس ماندگی کے خلاف جہاد شروع کر دیں ، پھر صنعتی٫تکنیکی اور عسکری ترقی کی راہ کو اپنا کر ان رکاوٹوں کے خلاف جہاد کریں جو یا تو خــود مسلمانوں نے اپنی راہ میں حائل کر رکھی ہیں یا پھر دشمنوں نے پیدا کر دی ہیں ۔ صرف اسی طرح ہی وہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کر کے اقوام عالم میں سرخرو ہونے کے ساتھ ساتھ خدا کی رحمت و انعامات سے بھی بہرہ ور ہو سکتے ہیں ۔

احتیاطی تدابیر :

قیام امن کیلئے بعض اوقات جہاں جنگ اور قتال ناگزیر ہو جاتی ہے وہاں بعض احتیاطی تدابیر کا اختیار کرنا بھی انتہائی ضروری ہوتا ہے ۔ تاکہ جہاں تک جنگ سے گریز اور بچنا ممکن ہو بچا جا سکے اور اگــر جنگ چھڑ ہی جائے تو اپنی عســکری ، اقتصادی ، صنعتی تنصیبات اور مواصلاتی نظام کو دشمن کے حملوں سے محفوظ رکھا جا سکے ۔ اسی لیئے قرآن حکیم میں حفاظتی اقدامات کے سلسلہ میں ارشاد ہے :

یایہا الذین آمنوا خذوا حذر کم (سورۃ نساء : ۷۱)

اے ایمان والو اپنے بچاؤ کا سامان کرو ۔

اپنی اور اپنے مفادات کی حفاظت اور بچاؤ اس لئیے بھی ضروری ہے کہ دشمـــن ہر وقت اس تاک میں رہتا ہے کہ کہیں وہ مسلمانوں کو غافل پائے اور جھٹ ان پر حملہ آور ہو جائے ۔

ودالذین کفروا لوتغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلة واحدة (سورة نسآء : ۱۰۲)

کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بےخبر ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے تاکہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں ۔

انہی احتیاطی تدابیر میں سے ایک جاسوسی کا نظام بھی ہے ۔ دشمن کے عــزائم سے ہر وقت باخــبر رہنــے کے لئیے ان کے علاقوں میں اپنے جاسوس متعین کرنا اور اپنے علاقوں میں دشمن کے جاسوسوں کو پکڑنا اور انہیں ان کے عزائم میں ناکام بنانا نہایت ضروری ہوتا ہے تاکہ دشمن کمزور پہلوؤں سے آگاہ ہو کر نقصان نہ پہنچا سکے ۔ قرآن کہتا ہے :

وفیکم سمّٰعون لهم (سورة توبہ : ۴۷)

اور تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں ۔

اسی طرح مسلمانوں کو کفار سے دوستی رکھنے اور انہیں راز دار بنانے سے روک دیا گیا ہے کیــونکہ وہ کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے بلکہ وہ تو مسلمانوں کو زک پہنچا کر ہی خوش ہوتے ہیں (۲۲) ۔ اسی طرح جاسوسی نظام کی اہمیت اس لیئے بھی ہے کہ کہیں مسلمان بےخبری اور لاعلمی کی وجہ سے اپنے ہی مفادات کو نشانہ نہ بنا بیٹھیں اور پھر انہیں شرمندگی اٹھانی پڑ جائے (۲۳) ۔ اس کے علاوہ اگر اپنا جاسوسی نظام مؤثر اور قابل اعتماد ہو گا تو دشمن کی طرف سے افواہوں کو پھیلا کر مسلمانوں کی صفوں میں ابتری پھیلانے کی کوششیں بھی ناکام ہو جائیں گی ۔ قرآن حکیم میں افواہوں سے محتاط رہنے اور افواہ ســازی کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے :

واذا جاءهم أمر من الأمن اوالخوف اذاعوابه ولو ردوه الی الرسول و الی اولی الأمر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم (سورة نسآء : ۸۳)

اور جب ان کے پاس کوئی خبر پہنچتی ہے امن کی یا ڈر کی تو اسکو مشہور کر دیتے ہیں ۔ اور اگر انــکو پہنچا دیتے رســول تک اور اپنے حاکموں

تک تو جو ان میں تحقیق کرنے والے ھیں وہ اسکی تحقیق کر کے اصل حقیقت سے باخبر ہو جاتے ۔

معاھدات :

چونکہ حق کے پیروکاروں کا اصل مشن امن و سلامتی کی فضاء پیدا کرنا اور اسے استحکام بخشنا ھی ھے لهذا اگر دشمن جنگ سے دست بردار ھو اور صلح کی خواھش کا اظہار کرے اور اسکی نیک نیتی بھی واضح ھو تو پھر قرآن اپنے پیروکاروں کو صلح کر لینے کا حکم دیتا ھے :

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله (سوره انفال : ٦١)

اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو توبھی جھک اسی طرف اور بھروسه کر الله پر ۔

دراصل قرآن اس کرہ ارض کو امن کا گہوارہ دیکھنا چاھتا ھے اس لیئے اگر شر اور بدی کی طاقتیں شرارت سے باز آ جائیں اور خیر کے سامنے جھک کر اپنی حرکتوں سے کنارہ کش ھو جائیں تو پھر ان سے تعرض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں (۲۳) البتہ اگر وہ بظاھر دب کر رھنے لگیں لیکن اپنی ریشہ دوانیاں خفیہ طور پر جاری رکھیں تو پھر ان کے مکمل استیصال کی اجازت قرآن ان الفاظ میں دیتا ھے :

ستجدون آخرين يريدون ان يأمنوكم ويأمنوا قومهم ، كلما ردوا الى الفتنة اركسوا فيها ، فان لم يعتزلوكم ويلقوا اليكم السلم ويكفوا ايديهم فخذوهم واقتلوهم حيث ثقفتموهم (سورة نسآء : ۹۱) ۔

تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاھتے ھیں کہ امن میں رھیں تم سے بھی اور اپنی قوم سے بھی ۔ جب کبھی وہ لوٹائے جاتے ھیں فساد کی طرف تو اس میں ملوث ھو جاتے ھیں۔ پھر اگر وہ تم سے دور نہ رھیں اور تم پر صلح پیش نہ کریں اور اپنے ھاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں انھیں پاؤ ۔

لیکن اگر کسی قوم سے جنگ بندی کا معاھدہ ھو چکا ھے اور کفار کی طرف سے اسکی خلاف ورزی کی جارھی ھو یا خلاف ورزی کا خوف ھو تو پھر ان کے خلاف کاروائی کی اجازت صرف اس صورت میں ھے کہ پہلے علی الاعلان اس معاھدے کو ختم کر دیا جائے :

واماتخا فن من قوم خیانةً فانبذ الیهم علی سواء ، ان الله لایحب الخائنین
(سورة انفال : ۵۸)

اور اگر تجھ کو ڈر ہو کسی قوم سے بدعهدی کا تو پھینک دے ان کا عهد ان کی طرف اس طرح که تم اور وہ برابر ہو جاؤ بیشک اللہ بدعهدی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

مسلمان معاهدوں کے صرف اسی صورت میں پابند ٹھہرائے گئے ہیں جب تک که مخالفین بھی ان کی پاسداری کریں (۲۵) ۔ لیکن اگر وہ معاهدوں پر عمل درآمد نہیں کرتے تو پھر مسلمانوں کو معاهدوں سے دست بردار ہونے کی پوری اجازت ہے ۔

ہماری اب تک کی بحث سے امید ہے که یه بات واضح ہو گئی ہو گی که قرآن امن و سلامتی کا کیا تصور پیش کرتا ہے اور اس کیلئے اس نے کیسا نظام منتخب کیا ہے ۔ اب ہم مختصراً رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی سیرت اور آپ کے اسوہ حسنه پر گفتگو کرتے ہیں تاکه آپ اندازہ کر سکیں که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے قرآن کے اس تصور کو کس طرح عملی جامه پہنایا اور کیونکر ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے کر انسانیت کیلئے ایک شاندار نمونه پیش کیا حتی که قرآن نے آپ کو رحمة للعالمین کا عظیم الشان خطاب عطا فرمایا (۲٦) ۔

ہم اگر تاریخ کے اوراق کو پلٹیں اور آپ کے حالات کا جائزہ لیں تو پته چلتا ہے که آپ اس عظیم الشان خطاب کے پوری طرح اہل تھے اور آپ نے اپنے قول و عمل اور کردار سے خود کو رحمت ثابت کر دکھایا ہے ۔ آپ کے بارے میں قرآن کہتا ہے :

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم . بالمؤمنین رؤف رحیم (سورة توبة : ۱۲۸)

بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آیا ہے ، تمہیں جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اس پر گراں گذرتی ہے . تمہاری بھلائی کا طلب گار ہے ، ایمان والوں پر نہایت شفیق و مہربان ہے ۔

آپ کی شفقت اور مہربانی اس کائنات کے تمام جانداروں حتی کـه شجر و حجر سب کیلئے تھی اور آپ کی لطف و عنایات کی مثالوں اور واقعات سے کتب سـیرت بھری پڑی ھیں ـ آپ اور آپ کے ساتھیوں کے متعلق جو جامـع ترین آیت نازل ھوئی ھے اس پر اگر غور کریں تو اس اعلی اقدار کی حامل جماعت اور اس کے رھنما کا پورا کردار ھمارے سامنے آ جاتا ھے کہ وہ آپس میں ریشم کی طرح نرم اور دشمنوں کیلئے فولاد اور شمشیر براں تھے ـ ان کی راتیں خدا کی بےریا عبادت میں گذرتی تھیں تو دن اللہ کی رضا کے کاموں میں صرف ھوتا تھا (۲۷)

آپ کی شان رحمۃ للعالمینی کو پورے طور پر نمایاں کرنے کے لئے اگر ھم آپ کی سیرت کا مطالعہ دیگر فاتحین اقوام عالم کے کردار سے تقابلی انداز میں کریں تو آپ کا تمام عالم کیلئے سـراپا مجسمہ رحمت و شفقت ھونا روز روشن کی طرح واضح ھو جاتا ھے ـ خود قرآن حکیم دیگر فـاتحـین کے بارے میں جو کچھـ ارشاد فرماتا ھے اسکا مقابلہ ان احکام سے کریں جو آپ کو دیئے گئے ھیں تو معلوم ھوتا ھے کہ آپ کی شان دوسروں سے کس قدر بلند ھے ـ قرآن کھتا ھے :

ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلة وکذالک یفعـلون (سورۃ نمل : ۳۴)

بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ھیں تو اسکو خراب کر دیتے ھیں اور وھاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ھیں ـ وہ ایسا ھی کر گذرتے ھیں ـ

یہ تو بادشاھوں اور دیگر فاتحین کا رویہ ھے جو قرآن نے ملکہ سبا کی زبانی بیـان کیا ھے ـ اب دیکھئے خود رسول اللہ کو قرآن کیا کھـتا ھے ـ جب کفـار نے آپ کو حـد سے زیادہ ستانا شـروع کر دیا اور آپ ان کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ گئے تو آپ نے اپنی نمازوں میں ان پر بدعا کرنی شروع کر دی ، اس پر اللہ تعالی کا حکم آیا :

لیس لک من الأمرشئی أو یتوب علیھم أو یعذبھم فانھم ظالمون (سورۃ آل عمران : ۱۲۸)

تیرا کچھـ اختیار نھیں ھے ـ یا تو (اللہ تعالی) انھیں معاف کر دے یا انھیں عذاب دے کہ وہ ناحق پر ھیں ـ

آپ کا وہ سلوک یاد کیجئے جب آپ فاتحانہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اپنے دیرینہ دشمنوں کو جو خود شرمسار ہو کر آپ کے سامنے پیش ہو گئے تھے یا جنھیں پکڑا جا چکا تھا ، معاف کرتے ہوئے تاریخی لفاظ میں ارشاد فرمایا :

لاتثریب عـلیکم الیوم ، اذھبوا انتم الطلقاء (زادالمعاد ج ۲ ۔ فتح مکہ)

آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں ، جاؤ تم سب آزاد ہو ۔

بھلا تاریخ میں ایسی کوئی اور مثال ھے جس میں کسی فاتح نے اس قسم کا رویہ اختیار کیا ہو ۔ ھاں اس سے کم تر درجہ کی مثالیں مل سکتی ھیں مگر وہ بھی صرف مسلمانوں میں ۔

فیا رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حوالہ جات

۱ ۔ سورۃ یوسف : ۵۳

۲ ۔ سورۃ البقرۃ : ۲۰۳ ۔ ۲۰۵

۳ ۔ سورۃ البقرۃ : ۱۹۱

۴ ۔ سورۃ المؤمنون : ۱۷

۵ ۔ سورۃ المائدۃ : ۸

۶ ۔ سورۃ النساء : ۷۵

۷ ۔ سورۃ الانفال : ۳۶

۸ ۔ سورۃ الحجرات : ۹

۹ ۔ سورۃ المائدۃ : ۳۸

۱۰ ۔ سورۃ المائدۃ : ۳۳

۱۱ ۔ سورۃ البقرۃ : ۱۷۸ ۔ ۱۷۹

۱۲ ۔ سورۃ النور : ۲

۱۳ ۔ سورۃ النور : ۳

۱۴ ۔ سورۃ التطفیف : ۱ ۔ ۳

۱۵ ۔ سورۃ البقرۃ : ۱۸۸

۱۶ ۔ سورۃ المائدۃ : ۳۲

۱۷ ۔ سورۃ الانعام : ۱۵۱

١٨ ـ سورة البقرة : ١٧٩

١٩ ـ سورة الحج : ٢٩

٢٠ ـ سورة الحج : ٣

٢١ ـ سورة الانفال : ١٥ ـ ١٦

٢٢ ـ سورة آل عمران : ١١٨

٢٣ ـ سورة الحجرات : ٦

٢٤ ـ سورة النساء : ٩٠

٢٥ ـ سورة التوبة : ٧

٢٦ ـ سورة الانبياء : ١٠٧

٢٧ ـ سورة الفتح : ٢٩

☆☆☆